محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

عن عمر بن الخطاب قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب، شدید سواد الشعر، لا یری علیہ اثر السفر ولا یعرفہ منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاسند رکبتیہ الی رکبتیہ ووضع کفیہ علی فخذیہ وقال یا محمد اخبرنی عن الاسلام، قال الاسلام ان تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔ قال صدقت فعجبنا لہ یسئلہ ویصدقہ قال فاخبرنی عن الایمان۔ قال ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر وتؤمن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ قال صدقت۔ قال فاخبرنی عن الاحسان۔ قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک قال فاخبرنی عن الساعۃ۔ قال ما المسئول عنھا باعلم من السائل الی آخرہ (مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔ صحیح بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں، ایک روز ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جس کا لباس بہت ہی سفید تھا اور بال سخت سیاہ تھے۔ اس پر سفر کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی اس کو نہیں پہچانتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنے آنحضرتؐ کے گھٹنوں کی طرف کر لیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے کہ وہ کیا ہے اور اس کی کیا تعریف ہے؟) آنحضرت نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اور اگر مالی استطاعت ہو تو حج بیت اللہ بھی کرے۔ یہ سن کر اس نے کہا۔ آپ نے درست فرمایا (حضرت عمر کہتے ہیں) ہمیں اس سے تعجب ہوا کہ وہ شخص رسول اکرمؐ سے سوال بھی کر رہا ہے اور ساتھ ہی تصدیق بھی کیے جا رہا ہے۔ پھر اس شخص نے آنحضرت سے

سوال کیا کہ آپ مجھے یہ بتایئے کہ ایمان کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو مانے اور ان پر ایمان لائے۔ نیز تقدیر کو، اس کے اچھے اور بُرے تمام پہلوؤں کے ساتھ تسلیم کرے۔ اس نے کہا۔ آپ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا۔ اس شخص نے سوال کیا یا رسولؐ اللہ۔ مجھے احسان یعنی اخلاص کے بارے میں بتایئے کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اخلاص یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو (اپنے آپ پر) یہ کیفیت طاری نہ کر سکے تو اتنا ضرور کر کہ تجھے یہ احساس ہو کہ اللہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

ایک سوال نووارد نے آنحضرت سے یہ کیا کہ آپ مجھے قیامت کے متعلق بتایئے کہ کب قائم ہوگی؟ آپ نے جواب میں فرمایا۔ قیامِ قیامت کے بارے میں جس شخص سے سوال کیا گیا ہے وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ (الیٰ اخر الحدیث)

اس حدیث کے کچھ الفاظ اور بھی ہیں۔ یہ اس کا ابتدائی حصہ ہے جو یہاں درج کیا گیا ہے۔ اگلے حصے میں چند اور باتوں کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ نووارد حضرت جبریلؑ تھے، جو مسلمانوں کو ان کے دین سے متعلق بنیادی امور کی تعلیم دینے کی غرض سے آئے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ جبریل امین اسلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کریں گے اور آنحضرت ان سوالات کا جواب دیں گے اور سوال و جواب کی اس مجلس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مسلمان اپنے دین کے بارے میں صحیح صحیح معلومات حاصل کر لیں گے۔

اس حدیث سے بہت سے بنیادی اور ضروری امور کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام کیا ہے اور کن کن امور کو اختیار کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے انسان مسلمان ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد کن باتوں پر ایمان لانا اور ان کو قلب کی گہرائیوں میں اتارنا اور خلوصِ نیّت سے ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح اخلاص و احسان کے بارے میں بھی یہ معلوم ہوا کہ وہ کیا شے ہے اور ایک مخلص مسلمان کو اللہ کی عبادت اخلاص کی کن کیفیات کو اپنے اوپر طاری کر کے کرنا چاہیے۔ قیامِ قیامت اور یوم آخرت کے متعلق بھی اس میں بتا دیا گیا ہے کہ اس کا کسی شخص کو علم نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی اور کس وقت تمام دنیا کو عالمِ برزخ کی پہنائیوں سے اٹھا کر اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا، اور

ان کے نیک و بد اعمال کا باقاعدہ حساب لیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ان کے اعمالِ حسنہ کا بہتر بدلہ دیا جائے گا اور بد کرداری کا ارتکاب کرنے والوں کو مستوجبِ سزا و عقوبت گردانا جائے گا۔ یہ سب کچھ کس وقت وقوع پذیر ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں۔

ایک اور چیز جو اس حدیث سے معلوم ہوئی، وہ ادب و احترام کے تقاضے ہیں۔ محترم و معزز شخصیتوں کے ساتھ کس طریق سے بات کی جائے۔ علما سے کیا اندازِ کلام اور نہجِ نشست اختیار کر کے مسائل دریافت کیے جائیں؟ ان کی خدمت میں کس اسلوب سے حاضری دی جائے؟ اور ان کی مجلس میں کس طرح بیٹھا جائے؟ یہ سب امور اس حدیث نے واضح کر دیے ہیں۔

غور کیجیے، حضرت جبریلؑ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی شکل میں اس وقت حاضر ہوتے ہیں، جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اچھی خاصی تعداد میں آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ جبریل انتہائی سفید اور صاف ستھرے لباس میں ملبوس ہیں۔ دو زانو ہو کر اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ کر نہایت ادب و احترام کے ساتھ آپ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، اور نہایت منکسرانہ اور مؤدبانہ لب و لہجے میں بات کرتے اور ایک خاص ترتیب سے اپنی گفتگو کو آگے بڑھاتے ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوال کا جواب دیتے ہیں تو جبریل کمالِ انکساری اور تواضع سے کہتے ہیں "صَدَقْتَ" یعنی درست فرمایا آپ نے یا رسولؐ اللہ!

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب کسی بڑی اور ذی علم شخصیت کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے یا استفادے کے لیے حاضری دی جائے تو مسائل اور علما کے وقار کا تقاضا یہ ہے کہ باقاعدہ اہتمام کے ساتھ اس کے پاس جایا جائے۔ صاف ستھرا لباس زیبِ تن کیا جائے اور نہایت ادب کے ساتھ دو زانو ہو کر نظریں نیچی کر کے اس کے سامنے بیٹھا جائے۔ پھر جواب میں "بجا ارشاد فرمایا" "صحیح فرمایا" وغیرہ ادب کے الفاظ کہے جائیں۔

اہلِ علم کی مجلسوں میں استفادہ کی غرض سے جانا اور ان کے سامنے آلتی پالتی مار کر اور اکڑ کر بیٹھ جانا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے باکی و بے تکلفی سے بات کرنا نہایت گستاخانہ فعل ہے جو حدیث کے بھی خلاف ہے اور علما کے ادب و احترام کے

تقاضوں کے بھی منافی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل جس شخص سے کوئی بات پوچھے وہی جواب دے دوسرے لوگ بے شک اس کا علم بھی رکھتے ہوں مگر انھیں خاموش رہنا چاہیے۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ایسے مواقع پر جواب کے لیے بےقرار ہو جاتے ہیں۔ سائل جس شخص سے سوال کرتا ہے وہ تو ابھی جواب کے لیے کچھ سوچ ہی رہا ہوتا ہے۔ مگر دوسرے لوگ فوراً بول اُٹھتے ہیں اور آگے بڑھ بڑھ کر جواب دینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بات قطعی نادرست اور آدابِ مجلس کے خلاف ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سائل اور مسئول دونوں کو آرام سے بیٹھ کر ایک دوسرے کے خیالات اور اندازِ گفتگو کو سمجھنا چاہیے اور سوال کے مطابق جواب دینا چاہیے۔ لمبی اور بے مقصد بات سے فریقین کو احتراز کرنا چاہیے۔

برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ

از: مولانا محمد اسحاق بھٹی

اس کتاب میں سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد سے لے کر سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک کی فقہی سرگرمیوں کا تعارف کرایا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند فقہ سے کس طرح روشناس ہوا۔ اس خطہ ارض کے علما و زعما نے کس محنت سے اس کی ترویج کا اہتمام کیا اور اس موضوع سے متعلق کن اہم متون کی تدوین کی۔ یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ اس دور کے بڑے بڑے علمائے کرام کون کون تھے اور سلاطینِ ہند ان سے کس درجہ گہرے اور مخلصانہ روابط رکھتے تھے۔

مقدمہ کتاب میں فاضل مصنف نے فقہ کی ضرورت و اہمیت اور قرآن و حدیث سے اس کے بنیادی تعلق کی صراحت کی ہے اور برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد اور قدیم دور کے بعض فقہا کا تذکرہ کیا ہے۔ اس موضوع پر اردو زبان میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی اور واحد تصنیف ہے۔

قیمت: تیرہ روپے پچیس پیسے

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور